تبرکات: رئیس الحفاظ حضرۃ مولانا سید عبدالجمیل صاحب طوروی مرحوم

تحریر: جناب اسرار الرحمٰن صاحب ایم۔اے

گلدستۂ جمیلؒ

طورو کی خاک سے بڑے بڑے علماء، فضلاء اور ادیب اٹھے، جن کی وجہ سے یہ گاؤں ماضی میں تشنگانِ علمِ دین کا مرجع و ماویٰ رہا ہے۔ انہی علماء و فضلا میں ایک حضرت مولانا سید عبدالجمیل صاحب مرحوم تھے، جن کے فیوضات و برکات سے اقطار و اکناف ہند و افغانستان مستفیض ہوئے، آپ ۱۲۸۱ھ میں حافظ سید محمد حفیظ اللہ صاحب مرحوم و مغفور کے ہاں پیدا ہوئے، قرآن کریم حفظ کر لینے کے بعد فارسی نظم و نثر کی چند ابتدائی کتابیں پڑھ لیں۔ ۱۲۹۵ھ میں گاؤں سے نکل کر اپنے اردگرد تمام علاقے میں جہاں کہیں کسی نے استاد کامل کا پتہ دیا آپ ان کے پاس پہنچے۔ اور اُن سے کسب فیض کیا۔ مولانا بحرالدین مرحوم (خویشکی) ملاّ قلندرؒ (موسیٰ زئی پشاور) مولوی جلال الدین مرحوم (دھوبیان)، مولوی امیر اللہ مرحوم (گڑھی کپورہ) ملاّ منصور علی صاحبؒ (چغرزئی کوہستان) مولوی فضل احمد مرحوم و مولوی نظر محمد مرحوم (گڑھی کپورہ) اور ملاّ محمود صاحب مرحوم مایاری مقیم بام خیل کے حلقہ ہائے درس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا اور مختلف علوم و فنون سے حظ وافر حاصل فرمایا۔ شرح وقایہ جلد آخر۔ شاشی۔ فصول اور لطائف البیان وغیرہ جیسی کتابیں نہ صرف درساً پڑھ ڈالیں بلکہ ان کے متون حفظ کر لئے۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب المعروف بہ لالہ جی صاحب بام خیل آپ سے للہ محبت فرماتے تھے۔ آپ کو کئی دعائیں برائے حفظ و ترقی در قوت حافظہ اور وظائف ورد کرنے کو عنایت فرمائے تھے۔ انکی ہدایت پہ آپ نے حضرت اخوند پنجو علیہ الرحمۃ کے مزار شریف میں موسم سرما کی راتوں میں گیارہ دن اعتکاف فرمایا، اور تمام بتلائے ہوئے شرائط پہ عمل کرتے ہوئے اسباق کا ورد کیا اور پھر تا زیست اوراد مندوبہ کو جاری رکھا۔

مرحوم اپنی خود نوشت میں رقمطراز ہیں:

"تا حال کہ بست و پنج سال شدہ ناغہ نہ کردہ ام و تیر بہدف دیدم۔ الحق کہ اولیاء را ہست قدرت ازالہ۔ تیر برجستہ بگرداند از راہ۔"

حضرت شیخ عبدالحق مرحوم نور اللہ مرقدہٗ نے آپ سے فرمایا :

اے فرزند! شما فکر نکنید۔ شمارا علم اللہ تعالیٰ خواہد داد و محتاج کفاف نہ خواہی شد۔ ہر جا کہ باشی صدر باشی تحصیلِ علم بر ہر چیز مقدر دانید۔ و اسباق را بلا ناغہ خواندہ باشید و تکالیف خرچ ازیں بعد نہ خواہد بود"

حضرت مولانا مرحوم اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں :

" بخدا ازاں روز تکلیف تہیدستی نہ دیدم "

علم اصول سے ۱۲۹۹ھ میں فارغ ہوئے ۔ رجسٹر علاقہ ہشنگر کے لامع النور، مرجع الانام، صاحب طریقت قادریہ، یعنی حضرت مولانا حسن الدین مرحوم سیبویہ ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے صرف نحو میں کامل استفادہ کیا۔ اس کے بعد صوابی، چھچھ ہزارہ ، بفہ، زروبی، ایبٹ آباد، مانسہرہ اور ہر اس مقام پر قیام کیا جہاں علوم معقول کے اساتذہ موجود تھے ۔

آپ علم کے موتیوں کی تلاش و جستجو میں در در کی خاک چھانتے رہے۔ ہر در پہ دستک دی۔ ہر شاخ ثمردار تک ہاتھ پہنچانے کی سعی فرمائی، اور اپنے قلب و دماغ کا دامن علم و فن کے لعل و گہر سے بھرتے رہے۔

غربت و افلاس نے آپ کو ستایا، امراض مہلکہ نے آپ کو پریشان کیا۔ گرگانِ خونخوار نے بادیہ پیمائی کے دوران میں آپ کا حوصلہ دیکھا۔ سیلاب ایبٹ آباد نے آپ کو غرقاب کرنا چاہا، سفر نے سقر کی صورت اختیار کر لی۔ والدین سے دور و مہجور، لیکن دنیائے دنیہ سے نفور علم کی محبت میں سرشار و مسرور، آپ ہر جگہ اور ہر زمان متوکل علی اللہ رہے ۔ اور علم کا شوق برابر بڑھتا رہا۔ اور علم حدیث و تفسیر کے حصول کے لئے ہندوستان کی راہ لی، غربت آڑے آئی تو فرمایا : " امام شعرانی چہل سال ببرگ درختاں کفایت کردہ غذا نمودہ اند و تحصیل علم کردہ اند" وغیرہ نظائر سے اپنے والد بزرگوار اور اپنے نفس کو مطمئن فرمایا۔ آپ کے قصد سفر ہند سے مطلع ہو کر بہن بھائیوں نے تزوج کے دامِ گلرنگ میں آپ کو پھنسانے کی کوشش کی۔ بہن نے مخطوبہ کے بارے میں کہا : " ھِیَ عالمۃٌ تقیۃٌ بارۃٌ صالحۃٌ حسینۃٌ جمیلۃٌ لَا نَظِیْرَ لَھَا "

اس قسم کے الفاظ سے آپ کے جذبۂ شباب کو دعوت نکاح دی۔ لیکن آپ فرماتے ہیں :

" تجویز کردم ایں گل دگر از کدام طرف شگفت من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال " قصہ مختصر ۲ شوال ۱۳۰۴ھ کو صبح سویرے خفیہ طور پر عازم ہندوستان ہوئے۔ لاہور میں مولوی عبداللہ ٹونکی سے ملے اور ان سے مشورہ کر کے علامہ لطف اللہ علی گڑھی کے حضور میں حاضر ہوئے، فرماتے ہیں : " نظر کہ بچہرہ ایشاں انداختم سراپا نور یافتم و گفتم کہ : " ماھذا البشر ان ھذا الا ملک کریم ۔ " آگے لکھتے ہیں : " آں چہ مطلوب بود یافتم و آنچہ یافتم کہ بس و کافی است ۔ " آپ سے فارسی زبان میں تعارف ہوا۔ اور حلقۂ درس میں شمولیت کی اجازت مل گئی۔

تنگدستی نے اگرچہ آپ کا تعاقب کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر مہربانیاں فرمائیں اور بعض علم دوست اور خدا پرست حضرات کی عنایت سے مسائل حل ہونے لگے، اردو زبان سیکھ لی اور "ہر رمز ایشاں را خیلے دانستم" یعنی قوم ہند کی معاشرت کے اطوار جان لئے، علامہ علی گڑھی نے آپ پر خاص توجہ مبذول فرمائی، اور آپ پورے ذوق و شوق سے برابر پڑھتے رہے، خود تحریر فرماتے ہیں: "دریں سال مرانشۂ علم بدماغم آنقدر در آمد کہ مرا با فلاک رسانید و ہیچ تلخی و بے آرامی کہ بر سرم گذشت معلوم نہ شد" خواب و خور سے بے نیاز اور عیش و راحت سے غافل، آپ ہر لحظہ مائل بہ علمِ دین کامل تھے۔ اور بہ لسانِ قال عمر گذشتہ کی بازیابی کی آرزوئے ناتمام فرماتے کہ وہ لمحات بھی علی گڑھ کے آفتابِ فلکِ علم و عمل کی ضو فشانیوں سے مستنیر ہونے میں گذر جاتے تو کس قدر خوش قسمتی ہوتی۔

القصہ آپ ۱۳۰۷ھ تک علامہ موصوف کی صحبت میں علوم منقول و معقول سے فارغ ہوئے ۱۳۰۸ھ میں مولوی عبدالسمیع مرحوم رامپوری کی دعوت اور فاضل استاد کے حکم پر مدرسہ معدن العلوم رامپور (سہارنپور) میں صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہو کر علی گڑھ سے رخصت ہوئے۔ رام پور جانے سے قبل علامہ لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے سندِ فراغت لکھ کر دے دی۔ پھر ان کی رسم دستار بندی ادا فرمائی آبِ زمزم اور خرمائے مدینہ پر درود پڑھ کر کھلایا پلایا۔ اس کے بعد اپنے سر مبارک سے پگڑی اتار کر مولانا عبدالجمیل صاحب مرحوم کے سر پر باندھ دی، ۱۳۰۸ھ میں آپ کو رخصت کیا اور یہ شعر ارشاد فرمایا:

سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم و بیش را

اور آب دیدہ ہو کر مصافحہ کیا اور دعا فرمائی اور فرمایا

بہ سفر رفتنت مبارک باد — بہ سلامت روی و باز آئی

اور علامہ لطف اللہ مرحوم کے فرزندان ارجمند مولوی عنایت اللہ صاحب، مولوی محمد امانت اللہ صاحب اور مولوی سلامت اللہ صاحب سب برائے وداع حاضر ہوئے اس طرح طالب علمی کا دور ختم ہوا، اور اب مولانا عبدالجمیل مرحوم ایک عالم، فاضل مدرس کی حیثیت سے آسمانِ ہند پر چمکنے لگے۔

معدن العلوم کے بعد آپ مدرسہ لطیفیہ ویلور میں بحیثیت صدر مدرس تشریف لے گئے وہاں ہر قسم کی معاشی اور روحانی آرام و راحت آپکو میسر تھی۔ قیام ویلور کے دوران میں آپ نے چند اوراق پر علم و ادب کے موتی نچھاور کئے۔ جو آپ کے جواہر نگار قلم کی یادگار ہیں۔ ان قلمی تبرکات میں ان کی ناتمام خود نوشت (تذکرۂ جمیل) بزبانِ فارسی، تاریخ اقوام و ملل کا ایک حصہ فارسی میں اور ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان میں ہے۔

حضرت مولانا حافظ عبدالجمیل مرحوم چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں مدرسہ لطیفیہ ویلور میں بعہدہ

صدر مدرس سرفراز تھے اس وقت آپ کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ تھی، عنفوان شباب میں اتنی بڑی علمی ذمہ داری کی قابلیت و استعداد آن انفاسِ مقدسہ کی مرہونِ منت ہے، جو حضرت موصوف نے استاذ العلما حضرت علامہ لطف اللہ علی گڑھی کی محفل و مجلس میں بحیثیت تلمیذ رشید کے گذارے۔ اس عربی رسالے کا نام فاضل مصنف نے "مقاماتِ ویلوری" رکھا جو ۱۲۴ صفحات پہ مشتمل ہے، جسطرح عربی علم ادب میں "مقاماتِ حریری" ایک نادر فن پارہ ہے، اس طرح "مقاماتِ ویلوری" بھی اپنی جلیل القدر اور رفیع الشان عبارت کی بدولت امتیازی شان لیے ہوئے ہے۔ کتاب ختم ہونے کے بعد ایک صفحہ پہ فارسی عبارت میں صاحبِ کتاب تحریر فراتے ہیں ؛

"ہنگامیکہ در بلدۂ ویلور علاقہ مدراس در مدرسہ لطیفیہ بانتصاب عہدۂ صدر مدرسی افادہ بطلبہ می دادم، کتابِ مقاماتِ ویلوری زیرِ قلم رقم آوردہ ام خیال آنداردم کہ ایں کتاب در علم ادب بکار برادر زادگانم و خواہر زادگانم خواہد آمد۔"

اس کتاب میں ایک مقام پر ویلور کے پھولوں کا تذکرہ ہے، گویا رنگ برنگے دیدہ زیب اور خوشنما پھولوں کا ایک گلدستہ طالبانِ علم ادب کے ذوقِ جمال کے اطمینان و تسکین کی خاطر تیار فرمایا ہے جس سے اگر ایک طرف فاضل مصنف کے مشاہدۂ فطرت کا راز کھلتا ہے تو دوسری طرف شعر و ادب کے طلبگاروں کے لئے میدانِ مطالعہ میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

انہوں نے ہر ہندی نام کو معمولی تصرف کے ساتھ عربی بنا دیا ہے۔ اور پھر اس کے وصف میں جنت کے پھولوں کی مہک میں ڈوبے ہوئے الفاظ کی مالا تیار کی ہے۔ نثر کے موتی لٹانے کے بعد ہر پھول کی مدح میں دو دو شعر کہہ دیتے ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم بنیادی پر علم منطق، فلسفہ، فقہ، تفسیر اور حدیث کے استاد تھے۔ لیکن ہمہ صفت شخصیتوں کا خاصہ ہے کہ وہ علم و فن کے ہر میدان میں دوسروں سے گوئے سبقت لے جانے کا ہنر جانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم نے علم کے جس شعبے کی طرف بھی توجہ فرمائی اللہ کریم نے ان کے سامنے تمام طریقے کھول دئے۔ پھر عربی زبان کے اسرار و رموز سے باخبر ہونا تو ہر طالب علم دین کے لئے اشد ضروری ہے اور مولانا مرحوم قرآن و حدیث کے مشتاقانِ جمال میں سے ایک تھے۔ خود ہی ایک جگہ خدا تعالیٰ کے حضور میں دست بدعا ہیں :

"خداوندا ! عشقِ من کہ بقرآن و حدیث دارم مثمر فرما کہ شب و روز تا آئی ہر دو شوم"

قرآن و حدیث کی محبت نے اُن کو عربی زبان و ادب کا پرستار بنا دیا تھا اور ان کے لئے صرف، نحو اور فصاحت و

بلاغت کی وادیوں کا سفر آسان کر دیا تھا، انہوں نے جمعہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ کو "مقامات ویلوری" پر مُہر تمت ثبت فرمائی جبکہ آپ کی عمر تیس سال سے متجاوز نہ تھی۔

کتاب چونکہ زیورِ طبع سے آراستہ نہیں اس لئے عاشقانِ حسنِ بیان کی نظروں سے اوجھل ہے۔ بہرحال میں تہی دامن ہوں لیکن اتنا کوتاہ دست نہیں ہوں کہ علم ادب کے یہ نسرین و نسترن ہم صفیرانِ چمن سے چھپائے رکھوں گا۔ دعوت عام ہے، آئیے اور اپنی پسند کا پھول چن کر زیبِ گلو و دستار کیجئے۔

حضرت مولانا مرحوم رقمطراز ہیں:

واما الازهار الكائنة فی جمیع الاقالیم فاكثرها یوجد فی هذا البلد الكریم والازاهیر المخصوصة بالهند عطر الله فی اكنافها بریا الرند كثیرة شهیرة وذكرنا منها فی هذه المقامة یسیرة وجعلنا اسماءها الهندیة بالتغییر القلیل عربیة

★- السیوتی — وما ادراك ما السیوتی بلوری اللون ماسیه ووردی الارج آسیه نوره نور العیون ونشره یطوی الشجون ویروح القلب المحزون ونظمت فی مدحه هذا الدر المكنون ـه

لا تنس حسن السیوتی لما حکی	زهر الکواکب زهرة السنوار
کان روضة قباب زبرجد	فیها الشموع الزاهرات تنار

★- الصنبلی: — وما ادراك ما الصنبلی تصور النسیم بصورة هذا النور البسیم وتشكل عرف الحور بشكل هذا الزهر الكریم وكاد بلطافته ان یشابه خیالاً وبطراوته ان یستحیل زلالاً ودهنه یزری بدهن الورد والیاسمین ویزدری بنوافح طیبات الصین، واذا استعملته غزلان الهند المخمور تخالط من غبطتها ادمغة الحور ودهش كان علی رؤسهن الطیور ونظمی فی وصفه كاللؤلؤ المسطور - شعر:-

یا مغرما بالروض لح صنبلیا	ان كنت ریحان الزهور تروم
یزهو بنضرته كان عرلیته	فلك علیه من النجوم هجوم

★- الموقرا: — وما ادراك ما الموقرا - نور نورانی مقرون بها التهانی لضیف به السرور مفروق عنه الشرور البرجس معتل لدیه والورد مهموز بالنسبة الیه وجیب الشقیق مشقوق من حسن بهجته قلبه مكوی من نیران غبطته وقلت انا فی صفته شعر:-

انظر الی الموقرا فی حسن بهجته	تغنیك طلعته عن كل ازهار
كانه لؤلؤ فی زخرف خضر	اوانه ورق فی سطح زنجبار

★۔ الصبا :۔۔ وماادراک ما الصبا نور ارق من زمن الصبا واروح من روح الصبا البدیع جماله الفقید مثاله یحکی النوف العواتق ویربو علی النضار الغائق۔ یزهو فی شجرته العلیا کالمشتری فی القبة الخضرا وانا اثنیت علیه بهذ الثناء شعر:۔

ایا سائلا عن زهر صبا فانه　　　　عذار یجه روحا وروحا الناشق
تلاقی به حسن وعشق کلاهما　　　　له نضرة المعشوق فی لون عاشق

★۔ الملسری :۔۔ الملسری وماادراک ما الملسری زهر سری ونور سنی طیّب الارج ومطیّب المهج الغریب الشکل العدیم المثل ریحه ارواح الروایح وطیبه اطیب الفوایح یجف زهره البسام ویبقی نشره الی الایام وانشدت فی وصفه اداء الحق عرفه شعر۔

تبدی الملسریّ علی غصون　　　　ومنظره بدیع فی العیان
یشابه بالله لی نسجت فی　　　　دبابیج مخضرة حسان

★۔ الربوتی ۔۔ وماادراک ما الربوتی له عبق ازکی من المسك الفتیق یبلج منه الانوار و یخرج منه الانوار رائق جماله وفائق تمثله یضاهی لونه الماس ویباهی زهره علی الآس و الشات فی تناله تقصاعن حق بهائه ۔ شعر۔

شجرة یا حسن زهرتها زاد الرّیاض بها حسنا اذا ابتهجت
کانما خودة تختال فی حُلَل محضرة بعلوق الماس قد نسجت

★۔ الکیورج ۔۔ وماادراک ما الکیورج الرّایع ارجه الساطع بلجه سواعد الحسان و یماثل اصابع الغزلان کانه خنجر مسلول یذب الخریف عن الرّوض المشمول یذکو عبیقه بعد الجفاف ویعجز عن اطرائه لسان الواصف وانا الواصف له بهذه الاوصاف ۔ شعر

لا یستطیع لسانی وصف کیورج　　　　فاق الازاهیر فی حسن وفی ارج
یقول للزهر اعجابا بزهرته　　　　انی لکم شوکتی انی لذ ودرج □□

پی سی ٹی
پرزہ جات سائیکل
پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور معیاری
مارکہ
بٹ سائیکل سٹورز۔ نیلا گنبد۔ لاہور
فون نمبر 6530